



دام سے لگی ہنگ منسرح ہبٹو

سبزی والے کی آواز پر لاونچ میں صوفے پر پیر
پیارے بیٹھی زرنگار فوراً چونکی اور ٹی وی پر چلتے مارنگ
شو کو جھٹ ریموٹ سے آف کر دیا۔ پھر پاس پڑا دوپٹا
اوڑھ کر چپل پیروں میں ڈالی اور غلت میں مین گیٹ کی
طرف بڑھی۔

”آلو والے“ بیٹکن والے بھنڈی والے۔“

سبزی والے کی پاٹ دار آواز کانوں کے پردے ہلا
رہی تھی۔

اس نے دروازہ کھولنے سے قبل حسب عادت
گیٹ کی ”آئی“ سے باہر جھانکا۔

سامنے چوہدری صاحب کی نوجوان لڑکی مینا
اپنے گیٹ پر کھڑی سبزی والے سے بھاؤ تاؤ میں

مصروف تھی۔

اتنے میں ساتھ والے گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ ہاؤس کا فرزند ٹیپو، بکھرے بالوں اور نیند بھری آنکھیں لیے باہر نکلا۔

مینا نے ٹیپو کو دیکھ کر ایک دلفریب مسکراہٹ اٹھائی۔ ٹیپو نے بھی مسکرا کر گھنے الجھے بال ہاتھ سے سنوارے۔ زرنگار نے لب دانتوں میں دبا کرناک پھلائی۔ اور فوراً سیدھی ہوئی پھر کھٹاک سے گیٹ کھول کر جارحانہ انداز سے باہر نکلی۔

مینا اور ٹیپو کی نظر ایک ساتھ اس پر پڑی تھی۔ اور دونوں کی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی۔ مینا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی اور وہ بدحواسی میں ریڑھی سے بیگن اٹھا کر خود ہی ترازو میں ڈالنے لگی۔

”ارے باجی مجھے دیں میں تول دیتا ہوں۔“ سبزی والے نے فوراً اپنی خدمات پیش کیں۔ ٹیپو نے بھی بروقت اپنے گھر کی راہ لی۔

زرنگار اپنا بھاری بھر کم وجود لیے ٹھیلے کے قریب چلی آئی۔

”باجی آج بہت تازہ سبزی لایا ہوں۔ منڈی سے۔ بتائیے کیا تولوں؟“ سبزی والا زرنگار کو دیکھ کر خوش دلی سے بولا۔

مینا، زرنگار کی چھوٹی، چھوٹی آنکھوں سے خائف ہو رہی تھی جو اس پر ہی جبنی تھیں۔ اسی لیے جلدی سے سبزی کے پیسے دے کر اپنے گھر کی طرف پٹی۔

زرنگار کی کریدی نظروں نے آخر تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆☆☆

”خدا معاف کرے۔ آج کل کی لڑکیاں تو ہاتھوں سے نکل جا رہی ہیں۔“ زرنگار نے کچن میں داخل ہو کر اپنا پسندیدہ جملہ دہرایا تو سنک کے آگے کھڑی برتن دھونے میں مشغول ان کی ملازمہ خیراں کے کان فوراً کھڑے ہوئے۔

”کیا ہوا باجی جی؟“ وہ کام سے ہاتھ روک کر اشتیاق سے زرنگار کو دیکھنے لگی۔ جو سلیب پر سبزی کا

172 ماہنامہ پاکیزہ۔ دسمبر 2022ء

شاہ پر رکھتے، افسوسناک چہرہ بتائے ہوئے تھی۔

”ہونا کیا ہے خیراں۔ بس زمانے کی ہوا بہت بری چل رہی ہے۔ بیٹیوں کو والدین کی عزت کی پروا نہیں رہی۔“ اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔ اب تو خیراں سے برتن دھونا محال ہو گیا۔ وہ کسی نئی اور چٹ پٹی خبر کے تجسس میں مغل آگئی۔

”باجی جی اب بتا بھی دیں، کس لڑکی نے ماں، پیو کی عزت پر ہٹا لگا دیا۔“

وہ جانتی تھی باجی کی پٹاری سے حسب سابق کوئی مزیدار خبر برآمد ہوتی ہے اس لیے بے تاب تھی۔

”وہ سامنے والے چوہدری صاحب کی بڑی بیٹی ہے ناں مینا۔“ وہ دانستہ خاموش ہوئی۔

”ہاں جی ہاں۔ وہی ناں جو بی اے کر کے گھر بیٹھی ہے اور حمیدہ باجی آج کل اس کے رشتے کے لیے فکر مند ہیں، وہ وچون نوشاد ہے ناں بس اسی کی مٹھیاں گرم کر رہی ہیں ان دنوں۔“ خیراں کو محلے بھر کے ہر گھر کے اندرونی معاملات کی اطلاع ہوتی تھی۔ سو جھٹ سے مکمل معلومات جھاڑ دیں۔

”کب ہا۔۔۔ ماں اچھے رشتوں کی تلاش میں اپنے پیسے پھونک رہی ہے۔ اور بیٹی بغل میں عاشق چھپائے بیٹھی ہے۔“ زرنگار نے مصنوعی افسوس ظاہر کیا۔

”کیا؟“ خیراں کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”ہاں خیراں۔۔۔۔۔ کئی دنوں سے میں سامنے شیخ صاحب کے لڑکے ٹیپو سے اس کا آنکھ منکا دیکھ رہی ہوں۔ تم تو جانتی ہو شام کی چائے میں اوپر ٹیرس پر کھلی ہو امیں بیٹتی ہوں۔ تو مینا اور ٹیپو کا عشق وہیں سے دیکھ لیا میں نے۔ دونوں موبائل کان سے لگائے ایک دوسرے کو ہنس، ہنس کر دیکھتے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آج سبزی لینے کے بہانے باہر کھڑے عشق لڑا رہے تھے۔ مجھے سامنے دیکھ کر شئی کم ہو گئی دونوں کی۔“ زرنگار نے گردن تان کر اپنا کارنامہ بیان کیا۔ انداز ایسا تھا گویا کسی بڑے جرم میں ملوث مجرم پکڑ لیا ہو۔

”ہائے پچی۔“ خیراں کو گدگدی سی ہوئی آخر

پڑ گئے تھے۔

”ہائے ہا جی یہ تو بہت برا جلا ہے۔“ خیراں نے افسوس سے دیکھا۔

”بس اب کیا کریں۔ میری بہن زوبیہ کا امریکا سے فون آیا تھا اسی سے باتوں میں مگن ہو گئی تھی۔“ وہ کھسیا کر ہنسی تھی۔

”اچھا یہ زوبیہ ہا جی وہی ہیں ناں۔ جن کے بیٹے سے اپنی گڑیا کا رشتہ طے ہوا ہے۔“ خیراں کے سوال پر وہ نہال سی ہو گئی۔

”ہاں ناں۔ میری گڑیا ہوئی تو رسم، زوبیہ کی گود میں تھا زوبی نے تو اسی وقت گڑیا کو مجھ سے مانگ لیا۔ پھر وہ امریکا شفٹ ہو گئی لیکن آج تک گڑیا کو میری بہو کے سوا کچھ پکارتی نہیں، اس رسم خیر سے بہت پڑھ لکھ رہا ہے تو زوبی کہتی ہے کہ گڑیا کو بھی اعلیٰ تعلیم دلواؤ تاکہ اس رسم کی خواہش پوری ہو اسے ڈاکٹر یا انجینئر بیوی چاہیے۔“ زرنکار نے من پسند موضوع پر تفصیلی بات کی۔

خیراں کے لیے یہ باتیں نئی نہیں تھیں پھر بھی وہ دلچسپی سے سن رہی تھی۔

”اُف اتنا وقت گزر گیا اور تم نے ابھی تک برتن بھی نہیں دھوئے۔ بہت کامل عورت ہو۔“ اچانک زرنکار کی نگاہ وال کلاک پر پڑی تو وہ خیراں پر چڑھ دوڑی۔

خیراں جو باتوں کے مزے لے رہی تھی منہ بنا کر پھر سے برتن دھونا شروع کر دیے۔

☆☆☆

زرنکار فطرتاً پر کا پرندہ بنانے والی عورت تھی۔ لوگوں کی ٹوہ میں رہنا ان کی کنزوریاں اچھالنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ سسرال میں بھی اسی فطرت کے ہاتھوں وہ کئی دفعہ جنگ عظیم کروا چکی تھی۔

وہ بیاہ کر اپنی سگی پھوپھی کے گھر آئی تھی۔ خاندان ایک تھا تو سب کی خامیاں، خوبیاں بھی پہلے سے عیاں تھیں۔ دوہم عمر کنزرن جن سے شادی سے پہلے زرنکار کی گاڑی چھنتی تھی اور کبھی وہ زرنکار کی راز دار سہیلی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ شادی کے بعد ان دونوں سے ہی

محلے کے ہر گھر میں حسبِ توفیق یہ پنٹارے دار خبر جو پہنچانی تھی۔

”تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟“ زرنکار نے کڑی نظروں سے خیراں کو کھورا تو وہ گڑبڑا گئی۔

”ہا جی میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ آپ تو ہمیشہ سولہ آنے سچی بات کرتی ہو۔“

خیراں کی بات پر زرنکار مسکرائی۔

”ویسے خدا کا لاکھ، لاکھ شکر ہے کہ میری گڑیا ایسی نہیں۔“ زرنکار کی مسکراہٹ اپنی بیٹی کے ذکر پر میٹھی سی ہو گئی۔

”شکر خدا کا۔“ خیراں نے زور شور سے جملہ ڈہرایا مقصد مالکن کی خوشامد تھا۔

”اس کی تربیت میں نے ایسے خطوط پر کی ہے کہ وہ والدین کی فرمانبرداری، کردار کی مضبوط اور صوم و صلوات کی پابند بچی ہے۔“ اس کی بات میں مبالغہ آرائی کی حد درجہ آمیزش تھی۔ پھر بھی خیراں نے مجبوراً سر ہلا کر تائید کی۔

SINCE 2014

”بالکل جی ہاری گڑیا تو بہت معصوم سی بچی ہے۔“

”ہر وقت میری بچی پڑھائی کی فکر میں ہلکان رہتی ہے۔ آج کل بھی بس امتحانوں کی فکر سوار ہے۔ کالج

کے بعد سارا دن کمرے میں گھسی پڑھتی رہتی ہے یا کبائن اسٹڈی کو کسی سہیلی کے گھر چلی جاتی ہے۔ میں تو

فکر مند ہو گئی ہوں اتنا سامنے نکل آیا ہے میری بچی کا۔“

زرنکار کی آنکھوں سے بیٹی کا پیار اور فکر ایک ساتھ جھلک رہی تھی۔

”کہتی ہے امی مجھے تو بس ڈاکٹر بننا ہے۔ اس کے دادا بھی ڈاکٹر تھے ناں۔“ اس نے خیراں کو فخر سے بتایا۔

”میں بھی چاہتی ہوں بچی کچھ بن جائے۔ سبھی تو

بچن کے اور گھر کے کاموں سے اسے دور رکھتی ہوں۔ اب دیکھو کل دودھ اہالتے بے دھیانی میں ہاتھ جلا بیٹھی

ہوں۔ کتنے چھالے پڑ گئے ہیں۔ پھر بھی خود ہی ہانڈی روٹی کروں گی بچی کو نہیں کہوں گی میں۔“ زرنکار نے

اپنا بازو خیراں کو دکھایا جس پر جلنے سے کافی پھپھو لے

اس کی ٹھن گئی۔ ان نندوں کے وہ راز جو سہیلیاں عموماً ایک دوسرے کو بتاتی رہتی ہیں زرنکار نے شوہر کے سامنے بڑے مزے سے کہہ سنائے۔

”افشاں کا معاشقہ پڑوسی قدوس کے ساتھ چل رہا ہے۔ وہ اپنے ماموں زاد حسن سے کبھی شادی نہیں کرے گی۔“ نوبیا ہتادلہن نے جب اولین خمار آلود دونوں میں ہی اپنے میاں راشد کے کانوں میں اسی کی بہن کا راز اگل دیا تو راشد حیرت کی زیادتی سے بت بن گیا۔

”دونوں چھت پر میل ملاقات کرتے ہیں۔“ وہ رازداری سے اور قریب ہوئی۔ راشد کا چہرہ اسے لطف دے رہا تھا۔ بے یقینی، بے چینی اور بے تحاشا غصہ۔ راشد تن فتن کرتا بہن کے سر پر پہنچ گیا اور بہن کو تھپڑوں سے لال کر دیا۔

”ابھی نکالتا ہوں تیرا عشق۔“ وہ حیران پریشان ہنسی رہی۔

پھر اس کی نظر اپنی دوست اور بھابی کے رتے پر تازہ، تازہ فائز ہوئی زرنکار پر پڑی اور بس ایک لمحہ لگا اس کو صورت حال سمجھنے میں۔

راشد نے اسی شام قدوس کی بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اچھی خاصی ٹھکائی کر دی۔ اور آنا فانا افشاں کا چٹ منگنی اور پٹ بیاہ والا معاملہ ہو گیا۔ افشاں دل میں زرنکار کو کوستی، گالیاں دیتی حسن کے ساتھ بیاہ کر چلی گئی۔

دوسری نند درخشاں کی زندگی بھی بھائی نے تنگ کر کے رکھ دی، اس کے بھی کردہ نا کردہ گناہوں کی فہرست زرنکار نے راشد کے ہاتھ میں تھما دی۔

”کانچ میں فلاں کلرک سے بہت بے تکلفی دکھاتی تھی فلاں دکان دار سے بہت فری ہوتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔“

زرنکار میں یہ سمجھ بہت پہلے سے ہی تھی کہ کبھی اپنا حال دل کسی کو نہیں کہنا نہ کبھی اپنی کوئی قابل گرفت بات کسی کے سامنے آنے دی۔ حالانکہ اپنے وقت میں اس نے بھی اپنے طور پر لڑکوں سے ہلکے پھلکے مراسم رکھے تھے۔ مگر بظاہر پارسا بننے کی بھرپور اداکاری کرتی۔

نندوں کو کوئی ایک بھی بات اس کے خلاف نہ ملی

ماہنامہ پاکیزہ۔ دسمبر 2022ء

تھی اور دونوں اس بات پر چلبلا اٹھی تھیں۔ پھر جلد ہی درخشاں کی شادی بھی ہو گئی اور سسرال کے نام پر ایک ضعیف ساس ہی رہ گئی جو اگر لبوں سے کچھ کہتی تو زرنکار ان کا اگلا پچھلا سب حساب ایک کر کے رکھ دیتی۔

دو ہی سالوں کے اندر، اندر دونوں نندوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اب وہ مطمئن تھی۔ پھر جلد ہی ساس بھی چل بسی اور گھر میں زرنکار کی حکمرانی ہو گئی۔ افشاں اور درخشاں جو کبھی دو گھڑی ماں سے ملنے آتی تھیں اب بالکل ہی آنا جانا چھوڑ بیٹھیں۔ لیکن یہاں پروا کے تھی۔ راشد تو پورا زرنکار کی مٹھی میں تھا اسی کی آنکھوں سے دیکھتا اور اسی کے کانوں سے سنتا تھا۔

زرنکار کو خدا نے یکے بعد دیگرے دو بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ جب تک بچے چھوٹے تھے زرنکار کافی حد تک ان میں الجھی رہی۔ پھر ان کے کچھ سمجھدار ہوتے ہی اس نے کچھ سکون کی سانس لی اور پھر سے اپنے من پسند مشغلے میں جت گئی۔ اس بار آس پڑوس کے گھروں میں بستے افراد اس کا ہدف تھے۔

وہ پڑوس کی عورتوں سے میل جول بڑھا کر بہنا پا جوڑ لیتی۔ دن رات کا آنا جانا۔ اٹھنا بیٹھنا اس وقت دشمنی میں بدلتا جب ایک پڑوس کے راز کی باتیں دوسری پڑوس کو مریج مسالا لگا کر سناتی اور بات محلے بھر میں آگ کی طرح پھیل جاتی پھر یادگار دنگل برپا ہوتا۔ یوں پڑوس کی عورتوں نے زرنکار سے کترانا شروع کر دیا کہ اپنی عزت سب کو پیاری تھی۔ کچھ شر پسند خواتین جو زرنکار جیسی فطرت رکھتی تھیں۔ اس سے مل گئیں یا پھر گھریلو ملازما تھیں جو ہر گھر کی خبر دوسرے گھر میں پہنچانا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔

راشد صبح اپنے جنرل اسٹور پر جاتا تو رات گئے ہی واپس آتا۔ پیچھے زرنکار سارا دن اسی طرح کی سرگرمیوں میں مشغول رہتی۔

☆☆☆

زرنکار گرم دودھ کا گلاس لے کر گڑیا کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ پر لیٹی لیپ ٹاپ پر مصروف دکھائی دی۔

احساسِ زیاں

آپریشن کے بعد جب وہ ذرا ہوش میں آیا تو بہت خوش ہوا۔

اس نے کہا۔ ”اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ہے کہ یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی انجام پڑا۔ اس کے ساتھ والے مریض نے کہا۔ ”آپریشن کے معاملے میں کوئی منزل بھی وجہ نسی نہیں ہوتی۔ میرے اپنے آپریشن کے دوران میں ڈاکٹر میرے جسم کے اندر ایک اسنچ بھول گیا تھا۔“

”تو پھر کیا ہوا تھا؟“

”دوبارہ زخم کھولنا پڑا اور پھر اسنچ باہر نکالا۔“ یہ کہانی سن کر ایک تیسرے مریض نے کہا۔ ”حیران ہونے کی کون سی بات ہے۔ یہ حادثہ میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔ میرا بھی دوبارہ آپریشن ہوا تھا۔ میرے جسم کے اندر ایک اوزار رہ گیا تھا۔“

اتنے میں وہی ڈاکٹر جس نے اس کا آپریشن کیا تھا کمرے کے اندر داخل ہوا اور کہنے لگا۔ ”کسی شخص نے میرا ہیٹ تو نہیں دیکھا؟“ ڈاکٹر کی بات سننے ہی مریض پھر سبے ہوش ہو گیا۔

مرسلہ: نیر فہیم عطاری، کراچی

کردو نوں ہاتھ جوڑے اور ماتھے تک لے گئی۔

”آف امی یہ خاص دن ہوتے ہیں صرف ایکٹیوٹی کے لیے تاکہ شاگرد نصابی تعلیم سے کچھ ریلیکس حاصل کریں۔“ گڑیا اب بے بیزار ہونے لگی تھی۔

”امی اب مجھے نیند آرہی ہے۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر لیپ ٹاپ آف کیا تو زرنگار بد مزہ ہو کر سیدھی ہوئی۔

”اچھا اب یہ دودھ پی کر سو جانا۔“ وہ اس کو ہدایت دے کر کمرے سے نکل آئی۔

☆☆☆

زرنگار نے گلاس سائنڈ ٹیبل پر رکھا تو گڑیا چونک اٹھی۔ ”امی وہ میں پڑھائی کر کے تھک گئی تو فیس بک کھول لی۔ وہ اٹھ کر وضاحت دینے لگی مگر زرنگار کی نگاہیں تو لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جم گئیں۔“

”ارے یہ افشاں کی بیٹی نمبرہ ہے ناں۔“ وہ بیڈ پر بیٹھ کر بغور اس کی تصویر کو دیکھنے لگی۔

”جی امی۔“ گڑیا نے مری، مری سی آواز نکالی۔ ”تیری دوستی ہے کیا اس سے؟“ زرنگار نے بیٹی کو گھورا۔

”نہیں، ہم بس فیس بک فرینڈز ہیں۔“ گڑیا نے لب کاٹے۔

”یہ کس طرح کا لباس پہتا ہے اس نے اور یہ لڑکے کون ہیں؟“ زرنگار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ لیپ ٹاپ کے اندر جا گھے۔ جہاں سنڈریلا کے لباس میں نمبرہ کافی حسین نظر آرہی تھی اور ساتھ ویمپائر اور بیٹ مین کا روپ و حمارے چند لڑکے کھڑے تھے۔

”ان منحوس ماروں نے اپنے چہروں پر کیا لپا پوتی کی ہے اور یہ اتنے خوفناک کیوں نظر آرہے ہیں؟“ وہ تابڑ توڑ سوالات کیے جارہی تھی۔

”امی نمبرہ میڈیکل کالج میں پڑھتی ہے ناں تو اس کے کالج میں کریزی ڈے منایا جا رہا تھا اسی لیے سارے اسٹوڈنٹ مختلف گیٹ اپ کر کے آئے ہیں۔“ گڑیا نے بتایا تو زرنگار نے بھوئیں سکیریں۔

”لو جی اب قحوط تعلیمی ادارے میں پڑھ رہی ہے کیا یہ کافی نہیں۔ جو یار دوستوں کے ساتھ موج مستی بھی کرنا فرض ہے۔ بالکل اپنی یاں پر پڑی ہے۔ اس کو بھی لڑکوں کی دوستی بڑی بھائی تھی۔“ زرنگار نے لگے ہاتھوں تند کے کردار کو رکھ دیا۔

”امی بس کریں یہ تو عام بات ہے آج کل۔“ گڑیا نے بے بسی سے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے بیٹھی ماں کو دیکھا۔

”کیا کہا یہ عام بات ہے۔ لڑکی ہوش کے ناخن لو۔ اگر میڈیکل کالج میں یہی یاری دوستیاں کرتی ہیں لڑکوں سے تو میری تو بہ ہی بھلی۔“ اس نے فوراً بھڑک

انہی دنوں ان کے گھر کے ساتھ والے بنگلے میں
نئی فیملی شفٹ ہوئی تھی۔ سو آج زرنگار ان سے ملنے کے
ارادے سے تیار ہو کر گھر سے نکلی۔

اس سے پہلے کہ آس پڑوس کی دوسری عورتیں
ان لوگوں سے مراسم بڑھا کر زرنگار کے متعلق الٹی
سیدھی باتیں۔ وہ ان کو محلے بھر کی عورتوں کے اخلاق و
کردار کی سب خامیاں بتا دینا چاہتی تھی۔ تاکہ وہ کسی
اور کی باتوں میں نہ آئیں۔

کال بیل بجا کر وہ اس شاندار جدید طرز پر بنے
بنگلے کو دیکھنے لگی۔ جس میں پہلے کوئی اور فیملی رہائش پزیر
تھی۔ پھر وہ گھر بچ کر کہیں اور شفٹ ہو گئے۔ اور نئے
خریدار نے پرانے گھر کو گرا کر یہ شاندار بنگلا تیار کروا دیا
جو ان کے علاقے کا بلاشبہ سب سے بہترین مکان تھا۔
دروازہ جو کیدار نے کھولا تو وہ اپنا مختصر تعارف
کروا کر اندر چلی آئی۔ لان کے بیچ بنی روش پر چلتے
ہوئے وہ گھر کے اندرونی حصے کی خوب صورتی سے بھی
متاثر ہو گئی تھی۔

ملازم نے اس کو ایک آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ
روم میں لا بٹھایا تھا۔ وہ نرم و گداز صوفے پر بیٹھی
کمرے کا جائزہ لے رہی تھی کہ ایک باوقار و خوب
صورت خاتون ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔

”السلام علیکم۔“ خاتون کے سلام پر زرنگار
صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان سے گرم جوشی سے
بغل گیر ہو کر سلام کا جواب دیا۔

”میرا نام زرنگار ہے آپ کے گھر کے بالکل
ساتھ والا گھر میرا ہے۔“ اس نے بتایا تو وہ خاتون خوش
دلی سے مسکرا دیں۔

”بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کے پلیز تشریف
رکھیے۔“ خاتون نے شائستگی سے کہا اور خود بھی زرنگار
کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

”آپ نے گھر ماشاء اللہ بہت اچھا بنوایا ہے۔
مجھے تو بڑی خوشی ہوئی کہ میرے برابر میں کوئی پڑوسی لکھی

ماہنامہ پاکیزہ۔ دسمبر 2022ء

اچھی فیملی آ کر بسی ہے۔ ورنہ تو محلے میں اکثریت جاہل
اور بدتمیز لوگوں کی ہے۔ آپ سے پہلے جو فیملی یہاں
رہتی تھی وہ تو بہت ہی ان پڑھ اور لڑاکو لوگ تھے۔ میں تو
دعا کرتی تھی کہ خدایا ان شر پسندوں کو یہاں سے
نکال۔ آخر میری دعا رنگ لائی۔“ زرنگار نے نان
اسٹاپ بولتے بریک لگایا۔

”اوہ..... تو کیا اس علاقے کے لوگ ان پڑھ
اور لڑاکا ہیں۔“ خاتون فوراً پریشان ہوا نہیں۔

”سب نہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں آپ بس ان
سے بچ کر رہیے گا۔ میں ہوں ناں آپ کو گمانڈ کرتی
رہوں گی تاکہ آپ ان لوگوں کو اچھی طرح جان لیں
اور ان کے شر سے محفوظ رہیں۔“ اس نے جیسے ان کو تسلی
دی مگر خاتون کا چہرہ اب بھی پریشان دکھ رہا تھا۔ اور
زرنگار بھی چاہتی تھی۔

”میں نے کہا ناں آپ بے فکر رہیں، میں ہوں
ناں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ویسے آپ کے
میاں کیا کرتے ہیں۔“ زرنگار نے بھرپور اطمینان دلایا
پھر کچھ بھس سے پوچھا۔

”میرے سہیل بزنس مین ہیں۔“

”اوہ اچھا!“ ان کے جواب پر زرنگار نے سر ہلایا۔
اتنے میں ملازم پُر تکلف لوازمات سے بھری
ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا تھا۔

”آپ چائے اور اسٹیکس لیں ناں۔“ خاتون
نے حق میز بانی نبھایا تو زرنگار بھی بے تکلفی سے چیزوں
سے انصاف کرنے لگی۔

”یہ آپ کا بیٹا ہے؟“ زرنگار نے نازک شیشے
کے ریک پر رکھی ایک خوب صورت نوجوان کی تصویر کی
جانب اشارہ کیا۔

”جی، یہ میرا بڑا بیٹا عماد ہے ماشاء اللہ اپنے پاپا
کے ساتھ بزنس کرتا ہے۔“ خاتون کے چہرے پر متا
کے رنگ بکھر گئے۔

”ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے۔“ زرنگار
نے فوراً کہا۔ اسے لڑکا اچھا لگا تھا۔

انہیں جانتی ہیں؟“ خاتون کے سوال پر ایک زہریلی مسکراہٹ زرنکار کے چہرے پر رینگ گئی۔

”بہت اچھے سے۔ دراصل افشاں میری منہ ہے۔“
 ”ارے پھر تو آپ ہماری رشتے دار نکل آئیں۔
 بہت خوشی کی بات ہے۔“ خاتون نے گرم جوشی کا اظہار کیا۔
 ”لیکن معاف کیجئے گا آپ کو منگنی کے فنکشن میں
 یا اس کے بعد بھی میں نے کبھی دیکھا نہیں۔ حالانکہ آپ
 کا تو بہت قریبی رشتہ ہے۔“ انہوں نے اچنبھے سے کہا
 تو زرنکار کا شاطر ذہن فوراً جاگ اٹھا۔ اور اس نے
 معصوم سے شکل بنالی۔

”ہاں جی، یہ بھی ایک البیہ ہے کہ جو رشتے دار
 آئینہ دکھا دے وہ براہین جاتا ہے اور اس کے ساتھ فوراً
 میل جول ختم کر دیا جاتا ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“ خاتون واضح چوکی تھیں۔

”بس بہن نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔۔۔۔۔ خواہ خواہ
 آپ کا دل برا ہوگا اور میں بھی بری بنوں گی۔“ اس نے
 تجاہل عارفانہ سے کام لیا جس پر ان خاتون کا بھس
 عروج کو پہنچ گیا۔

”پلیز مجھے بتادیں اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے
 اس فیملی میں۔ مجھے ویسے بھی غیروں میں رشتہ جوڑنے
 سے کافی تحفظات ہیں۔“ خاتون بے چین ہوئیں۔
 ”وہ دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔۔۔“

خاتون کے اصرار پر زرنکار نے مصنوعی بے بسی
 سے انہیں دیکھا۔

”آپ مجھے حقیقت بتائیں، میں وعدہ کرتی
 ہوں آپ کا نام نہیں آئے گا۔“

خاتون نے بے صبری سے اسے حوصلہ دیا۔

پھر زرنکار جو شروع ہوئی تو افشاں کی جوانی کی
 فاش غلطی سے لے کر نمبرہ کی کھلی ڈلی نامحرموں سے
 دوستی کی جھوٹی چچی داستانیں مرچ مسالے لگا کر کہہ
 سنائیں۔ جیسے، جیسے اس کی بات آگے بڑھتی گئی خاتون
 کے چہرے کے تاثرات میں نرمی کی جگہ گرمی نے لے
 لی۔ پیشانی پر لاتعداد شکنیں پڑ گئیں اور اشتعال آنکھوں

خاتون مسکرا دیں۔

”میرے ماشاء اللہ تینوں بیٹے خوب صورت اور
 قابل ہیں۔“ خاتون کے لہجے میں فخر تھا۔
 ”اللہ نے بیٹی کی رحمت نہیں دی بس تین نعمتیں
 دی ہیں۔“

”اوہ اچھا۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں، بیٹی کی حسرت
 بہوؤں میں پوری ہو جاتی ہے۔ کتنی بہویں ہیں آپ
 کی؟“ زرنکار نے استفسار کیا۔

”ابھی تو عمار کی بی منگنی کی ہے۔ دعا کریں کہ
 میری ہونے والی بہو میری بیٹی ہی بن جائے۔ میں تو
 اپنی طرف سے اسے سگی ماں کی طرح پیار کرتی ہوں۔“
 خاتون کی بات پر زرنکار نے رشک سے انہیں دیکھا۔

”بہت خوش قسمت لڑکی ہے وہ جسے آپ جیسی
 ساس ملے گی۔ آپ نے انہوں میں رشتہ جوڑا ہے یا
 غیروں میں؟“

”غیروں میں رشتہ کیا ہے اسی لیے تو متاثر ہوں۔
 لڑکی بیٹے سنے پسند کی ہے۔ ورنہ میرا راجان تو اپنی بہن
 کی بیٹی کی طرف تھا لیکن خیر ہے زندگی تو بیٹے نے گزارنی
 ہے۔“ انہوں نے بتایا تو زرنکار نے برا سامنہ بنایا۔

”بس جی خدا معاف کرے، یہ آج کل کی
 لڑکیاں سیدھا لڑکے کو پھانس لیتی ہیں۔ پیدا کرنے
 والے ماں باپ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ ویسے کہاں
 کے رہنے والے ہیں آپ کے سمہیانے والے۔“
 زرنکار نے برائے بات پوچھا۔

”اسی شہر کے ہیں۔ لڑکی میڈیکل کے فائنل ایئر
 میں پڑھتی ہے۔“

خاتون کی بات پر زرنکار بھونچکی رہ گئی۔
 ”کوئی تصویر ہو تو دکھائیے گا۔“

اور اس کے ساتھ ہی وہ خاتون باہر لاؤنج میں لگی
 منگنی کی تصویر اتار لائیں۔

”افشاں کی بیٹی نمبرہ؟“ ان کی آواز کسی کنویں
 سے برآمد ہوئی۔

”جی ہاں، یہی نام ہے میری سمہن کا۔ آپ

سے جھلکنے لگا۔

عافیہ بیگم کا پی پی ہائی ہو چکا تھا۔

”اچھا جی میں چلتی ہوں آپ کے حق میں بہتری کی دعا کروں گی۔“

زرنگار نے آگ لگا کر اجازت چاہی تو انہوں نے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ سر ہلا دیا۔

☆☆☆

پھر کئی روز گزر گئے زرنگار بے چینی سے منتظر تھی کہ نمبرہ کی منگنی ٹوٹنے کی خبر خاندان میں پھیلے اور اس تک پہنچے بھی۔ زرنگار نے اس کی منگنی کے متعلق سن تو رکھا تھا مگر ہوئی کس سے تھی یہ نہیں جانتی تھی۔

لیکن ابھی تک کچھ ظاہر نہیں ہوا تھا حالانکہ زرنگار نے اپنے طور پر کئی ایک سرسالی خواتین سے کریدنے کی کوشش بھی کی پر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ یہ تو زرنگار کو پورا یقین تھا کہ اس کی گل افشانی کے بعد یہ رشتہ ضرور ٹوٹے گا مگر خاندان بھر میں جس طرح کے تماشے کی وہ منتظر تھی۔ وہ ابھی نظر نہیں آیا تھا۔

اس دن بھی وہ یہی سوچ لیے بیٹھی تھی کہ رنگ ٹون بجتے پر ہاتھ بڑھا کر پاس رکھا ہو بائبل اٹھالیا۔

”پڑ گئی ٹھنڈا کلیجے میں کر لیا اپنا مقصد پورا۔“

موبائل سے جانی پہچانی آواز ابھری تو زرنگار چونک کر سیدھی ہوئی۔

”زبان سنبھال کر بات کرو افشاں۔“ اس نے ماتھے پر ہل ڈال کر ٹوکا۔

”ارے میں کیا زبان سنبھالوں۔ میری بیٹی کا نصیب خراب کرنے والی ڈائن کے آگے۔“ افشاں پھنکاری تھی۔

”پہلے مجھے ذلیل کیا بھائی کی نظروں میں۔ مجھے اپنے میکے میں پرایا کر دیا۔ ہم ماں بہنوں کا جینا حرام کیا اور اب میری بیٹی کا اچھا بھلا رشتہ تڑوا کر زمانے میں رسوا کر رہی ہو کم ظرف عورت۔ ہم سے کیا دشمنی ہے تمہیں۔“ افشاں کا ضبط جواب دیے چکا تھا۔ وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی ساتھ رو رہی تھی۔

”بس بہت سن لیا میں نے، آگے ایک لفظ کہا تو

بہت برا ہو گا۔“ زرنگار کا غصہ آسمان چھونے لگا۔

”جیسی تم کردار کی ہلکی تھیں ویسی تمہاری بیٹی ہے۔

سارا زمانہ جانتا ہے تم جیسیوں کو۔ کام اپنے غلط الزام

دوسروں پر۔“ زرنگار کی بات پر افشاں تڑپ اٹھی۔

”دوسروں کی زندگی اجیرن کرنے والی خدا تجھے

پوچھے۔ دیکھنا ایک دن اوروں کے لیے لگائی آگ میں

تیرا اپنا دامن جھلے گا، اس دن تو اپنے کیے پر ضرور

پکھٹائے گی۔“

”ہنہ بڑی آئی بد دعائیں دینے والی۔“ زرنگار

نے نخوت سے سر جھٹکا تھا۔

اسی وقت راشد لاؤنج میں چلے آئے۔ زرنگار

نے فوراً اپنے چہرے کا زاویہ درست کیا۔

”ایک کپ چائے تو پلاؤ زرنگار۔“ وہ اپنی

کنپٹیاں دباتے صوفے پر بیٹھے تو زرنگار نے تشویش

سے متحمل نظر آتے شوہر کو دیکھا۔

”خیریت تو ہے جی..... سر میں درد ہے کیا؟“

”کام کا بوجھ ہے بیگم۔ ایک اکیلا آدمی گھر سے

باہر سو باتوں کو منہ دے رہا ہوں۔ تمہارے صاحبزادوں

کو تو توفیق نہیں ہوتی باپ کا ہاتھ بٹانے کی۔“ راشد

بھرے بیٹھے تھے جی سے بولے۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ وہ دونوں تو خیر سے

آدھا دن یونیورسٹی سے تھکے ہوئے گھر آتے ہیں پھر سو

رہتے ہیں۔ آج کل کی پڑھائی بھی تو نچوڑ دیتی ہے

بچوں کو، ایسے میں وہ کیا ہاتھ بٹائیں آپ کا۔“ زرنگار

نے فوراً بیٹوں کی سائنڈلی۔

”یہ خوب کہی بیگم۔ یار دوستیاں نبھانے موج

مستیاں کرنے کا وقت مل جاتا ہے پڑھائی کے ساتھ،

ساتھ بس باپ کا ہاتھ بٹاتے سستی چڑھتی ہے۔“ راشد

کا پارہ ایک دم ہائی ہو گیا۔

”دو دن سے ان ناہنجاروں کو کہہ رہا ہوں کہ شہر

سے باہر جانا ہے مجھے کام سے۔“ چچھے پیرا سٹور کی نگرانی

کرتی ہے پیسے کا حساب رکھنا ہے، وہ میں ملازموں پر تو

www.zemtime.com

”آج تک پوزیشن ہی تو لیتی آئی ہے ناں اسکول کالج میں۔ میٹرک تک بشکل پاسنگ مارکس ملتے رہے ہیں ہر سبجیکٹ میں اسے۔ اچانک کہاں سے اتنی ذہانت آگئی کہ ڈاکٹری میں جائے گی۔“

راشد کہتے جا رہے تھے اور زرنکار منہ کھولے یہی سوچ رہی تھی کہ راشد کو اپنی اولاد کے خلاف اتنا بھڑکانے والی کون ہستی ہو سکتی ہے۔

”ہونہ ہو یہ افشاں کا کارنامہ ہے۔ بھائی کو گھر بلا کر بیوی بچوں سے متنفر کرنے کو زہرا سی نے اگلا ہے یا پھر کچھ جادو ٹوٹا کر دیا ہے۔ سبھی یہ اتنا غصہ ہوئے ہیں ورنہ تو میرے سامنے کبھی اونچا بھی نہیں بولتے..... آج فون پر کیسے ناگن کی طرح بل گھا رہی تھی۔ اپنا بدلہ اب یہ اس طرح مجھ سے لے گی۔“ زرنکار نے ذہن کے تھوڑے دوڑائے اور نتیجہ اخذ کیا۔ ”خیر میرا نام بھی زرنکار ہے ایسا کام کروں گی کہ یہ جادو افشاں کو ہی الٹا پڑے گا۔“ زرنکار نے تنفر سے سوچا۔

☆☆☆

پھر اگلے ہی دن وہ اپنے خاص بابا کے پاس جا پہنچی۔ جو پہلے بھی اس طرح کے کئی جادو ٹونوں سے اسے نجات دلوا چکے تھے یہ الگ بات کہ پیسہ خوب بھرتے تھے۔

گھر آکر زرنکار سیدھا اپنے بیڈروم میں آئی اور الماری کے اندر بنا سیف کھول کر اپنے جمع کیے گئے روپوں کا جائزہ لینے لگی۔ یہ زرنکار کا ذاتی سیف تھا۔ جس میں وہ کچھ ہلکا زیور، چوڑیاں وغیرہ رکھتی تھی کہ ضرورت پڑنے پر بینک جا کر لاکر سے نکلوانا مشکل لگتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا راشد سے نظر بچا کر رکھا گیا جمع جتنا جواب لاکھوں میں تھا ہر وقت موجود رہتا۔ جس کو وہ اسی قسم کی سرگرمیوں میں استعمال کرتی۔

زرنکار پیسے گننے میں مصروف تھی کہ آہٹ پر چونک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو گڑیا اس کے پیچھے کھڑی اشتیاق سے سیف میں جھانک رہی تھی۔

”امی اتنے سارے روپے آپ کے پاس پڑے

نہیں چھوڑ سکتا ناں..... دونوں میں سے کوئی تیار نہیں یہ ذمے داری اٹھانے کو..... کہتے ہیں ابو ہم نے ایم بی اے، بی بی اے کر کے اسٹور نہیں چلانا۔ ملازمتیں کرنی ہیں..... پوچھو ذرا مسئلے کے اندھوں سے کیا ملازمت کی محدود تنخواہ سے اتنا کما سکیں گے جتنا میں کاروبار سے کما تا ہوں۔ پچیس سال سے خون پسینہ ایک کر کے اس جزل اسٹور کو سپر اسٹور تک لے کر آیا ہوں۔ اسی امید پر کہ ایک دن میرے بیٹے اس کو اور ترقی دے دیں گے۔ اب باپ کا پھلتا پھولتا کاروبار ملا ہے تو ناشکری کر رہے ہیں۔ میرے ابا نے تو دوفٹ کی دکان چھوڑی تھی میرے لیے جس کو میں نے صبر اور محنت سے اتنا بڑھا لیا۔“ راشد غصے سے بولتے چلے گئے۔

”چھوڑیں جی ابھی بچے ہیں۔ آگے خود ہی سمجھ جائیں گے۔ آپ اپنا بلڈ پریشر نارمل رکھیں۔“ زرنکار نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

”بچے ہیں یہ..... ان کی عمر میں، میں دو بچوں کا باپ تھا۔ یہی عمر ہے ذمے داری سنبھالنے کی۔ آئندہ زندگی کا لائحہ عمل طے کرنے کی..... سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے۔“ راشد نے زرنکار کو ہی الزام دیا۔

”میں نے کیا، کیا ہے بھلا؟“ وہ چلبلا اٹھی۔

”تم اپنے گھر اور بچوں سے زیادہ دوسروں کی زندگی میں دلچسپی لیتی آئی ہو فلاں کی بیٹی فلاں کی بہو۔ یہ ایسی وہ ویسی۔ سارا دن بس اوروں کی فکر میں رہتی ہو۔ کبھی اپنی اولاد پر توجہ نہیں دی۔ بیٹے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں۔ بیٹی ہے تو کمرابند کیے پڑی رہتی ہے، دو گھڑی مال باپ کے پاس نہیں بیٹھتی۔“

انہوں نے زرنکار کی کلاس لے ڈالی۔ زرنکار حیران سی ہو گئی راشد نے ایسے لہجے میں پہلے کبھی بات نہیں کی تھی۔

”اُف خدایا آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ میری بچی پڑھتی رہتی ہے بیماری۔ سیکنڈ ایئر کے پیپر ہونے والے ہیں اس کے۔ ڈاکٹر بن گئی تو ہمارا ہی سراونچا ہوگا۔“

ان کی بات پر راشد نے طنز یہ مسکراہٹ اچھالی۔

رہتے ہیں۔ اور جب مانگو تو کہتی ہیں ابا سے لو۔“ گڑیا نے ٹھنک کر کہا تو اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

”میں یہ روپے اتنے برے وقت کے لیے سنبھال رکھتی ہوں۔ تم لوگوں کا بس چلے تو ایک دن میں ہزاروں پھونک دو اپنے اللہ تللوں پر۔ فضول خرچ باپ کی فضول خرچ اولاد۔“ وہ خواہ مخواہ غصہ ہوئی تو گڑیا نے ان سنی کر کے ایک سونے کا سیٹ اٹھالیا۔

”ہائے امی یہ کتنا پیارا ہے، پچھلے سال بنوایا تھا ناں آپ نے۔“ وہ گلو بند ہار کو اپنی گردن پر رکھ کر شیشے میں دیکھنے لگی۔

”تجھے کب سے گولڈ کی جیولری کا شوق چرایا ہے کنواری لڑکیاں آرٹیفیشل پہنتی ہیں۔“ زرنکار نے اس کے ہاتھ سے سیٹ لے کر واپس رکھا تو گڑیا نے برا سامنہ بنایا۔ پھر زرنکار نے سیف بند کر کے چابی اپنے پرس میں رکھی۔

”ہاں اب بولو کیا کام ہے، کیوں آئی تھیں؟“

”امی مجھے کل صبح ردا کے گھر جانا ہے کبائن اسٹڈی کرنے، کل سنڈے ہے تو ردا کے گھر ہم دونوں مل کر نوٹس بنائیں گے۔“

”ٹھیک ہے چلی جانا۔“ زرنکار اپنی الجھنوں میں تھی سو سر ہلا دیا۔

☆☆☆

اگلا دن چھٹی کا تھا اور ردا شد بھی دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ سو زرنکار صبح ہی گھر سے باباجی کی مطلوبہ اشیاء بازار سے خرید کر ان کو پہنچانے چلی آئی۔

باباجی نے جلد از جلد عمل شروع کرنے کا یقین دلایا۔ اور یاد دہانی کروائی کہ ان کے چالیس دن کے عمل کے دوران جب وہ پردہ نشین ہوں گے ان کے مرید خاص کو ہر نشتے پانچ ہزار کا نذرانہ پہنچانا زرنکار کی ذمہ داری ہے ورنہ عمل کا اثر زائل ہو سکتا ہے۔ زرنکار بھلا بھولنے والی تھی۔ باباجی کے آستانے سے مطمئن ہو کر واپس آئی۔

لڑکے ابھی تک اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ معاذ اور معیز کا چھٹی والا سارا دن سو کر گزرتا تھا۔ گڑیا

بھی ان کے پیچھے سہیلی کے گھر جا چکی تھی۔ سو ماوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ زرنکار بھی ہانڈی روٹی پکا کر جو سوئی تو مغرب کا وقت چڑھ آیا۔

وہ کسی عجیب سے احساس کے ساتھ جاگی تھی۔ باہر آ کے دیکھا تو لڑکے اب بھی کمرے میں گھسے ہوئے تھے۔ زرنکار نے ایک، ایک کر کے گھر کی بیرونی لائٹیں جلائیں۔ اور کچن میں چلی آئی سامنے ہی سنگ پر جھوٹے برتنوں کو دیکھا تو سمجھ گئی کہ دونوں لڑکے آپ ہی کھانا نکال کر کھا چکے ہیں۔ اس نے چائے بنا کر پی پھر ٹائم دیکھا تو رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ گڑیا ابھی تک واپس نہیں آئی۔ ایک دم اسے فکر ہوئی تو گڑیا کو فون ملایا۔ آپ کا مطلوبہ نمبر بند ہے۔ موبائل پر خلاف معمول بات سن کر اس نے سر جھٹکا اور پھر نمبر ملایا پھر وہی رتی رتی ریکارڈنگ۔

دو، تین، چار..... اس نے بار، بار ٹرائی کیا ہر بار وہی بات دہرائی گئی۔ زرنکار فکر مند سی ہو گئی۔ گڑیا کا موبائل کبھی یوں بند نہیں ہوا تھا۔

پھر اس نے ردا کا نمبر ملایا پہلی کال ہی ریسپو کر لی گئی۔ حال احوال کے بعد گڑیا کا دریافت کیا تو ردا کے جواب نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔

”آنٹی میں تو تانی کے گھر آئی ہوئی ہوں دو تین دنوں سے۔ میرا گڑیا سے رابطہ نہیں۔ ہم نے تو کوئی کبائن اسٹڈی کا کوئی پلان نہیں بنایا تھا۔“

”بیٹا لیکن اس نے تمہارا ہی نام لیا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے۔“ زرنکار کی آواز کپکپا گئی اور وہ ذہن پر زور دینے لگیں کہ آیا گڑیا نے ردا کا ہی بتایا تھا؟

”آنٹی آپ پریشان نہ ہوں۔ کیا پتا وہ ارم کے گھر گئی ہو۔ اس سے معلوم کر لیں۔“ ردا نے ان کی پریشانی بھانپ لی۔

زرنکار نے اس سے ارم کا نمبر لیا اور غجالت میں کال کی۔ ارم نے بھی وہی جواب دیا۔ اب تو زرنکار کے اوسان خطا ہو گئے۔

اس نے کال بند کی اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ ان دونوں

شریفک پروٹوکول کے ظلم کا شکار

ہر طرف پھیل گیا ظلم کے سایوں کا جھوم
بھاگتے، بھاگتے، بھاگتے، بھاگتے
حال تھا یہ زرد بدن
اشک آنکھوں میں سلگتے رہے
دل پھٹنے لگا

راستے بند رہے
کوئی مسیحا نہ ملا

آسمان دور ہوا میری دعا کی حد سے
میرے بازو ہی بنے قبر میری بیٹی کی
اے میرے رب یقین
اے میری غربت کے خدا

تو ہی تھا..... تو ہی تھا

کیوں میری بیٹی میری گود میں دم توڑ گئی
از: مہرین کنول، کھاریاں

یہی تمہارے لیے بنتا رہے

کیا کہیں یقین ہے؟

کہ جب تم واپس آؤ گے

تو سب کچھ ویسا ہی ہوگا

جیسا چھوڑ کے جا رہے

سنو! جیسے تمہارا جانا ایک تبدیلی ہے

اور تمہارا کہیں پہنچنا بھی

اور پھر جس طرح تمہاری داپسی بھی ایک تبدیلی ہوگی

بالکل اسی طرح اس متحرک کائنات میں

جانے کتنی تبدیلیاں ہیں جو لمحہ بہ لمحہ ہوتی رہتی ہیں

اسی لیے تمہیں چاہیے کہ جب واپس آؤ

تو یہاں کا کوئی بھی نقشہ

تمہارے ذہن میں ایسا نہیں ہونا چاہیے

جیسا کہ چھوڑ کے جا رہے ہو

کیونکہ تمہارے لیے یہی بہتر ہے

اور تمہارے ساتھ، ساتھ

ہر واپس لوٹنے والے کے لیے بھی

کلام: فرحت عباس شاہ

پسند: اریبہ ارشد، راولپنڈی

کے علاوہ وہ گڑیا کی کسی دوست کو نہیں جانتی تھی۔

گڑیا کا نمبر پھر سے ملایا جو ابھی تک بند جا رہا تھا۔

”یا خدا میری بچی کہاں چلی گئی۔“ وہ تڑپ کر رو دی۔

”کیا ہوا امی آپ رو کیوں رہی ہیں؟“ معیز

کمرے سے نکلا تو ماں کو روٹا دیکھ کر ٹھوکا۔

”بیٹا گڑیا صبح کسی سہلی کے ساتھ کہاں اسٹڈی کا

کہہ کر گئی، اب تک واپس نہیں آئی۔ اس کا نمبر بھی بند

جا رہا ہے۔ میرے ذہن سے نکل گیا کہ کس دوست کا

نام تھا وہ ایک سے پوچھا ہے تو وہ کہہ رہی ہیں ہمارے

ساتھ نہیں ہے۔“ زرنگار بیٹے کے آگے شدت سے

رونے لگی۔

”امی آپ نے بھی بہت ڈھیل دے رکھی ہے

اے..... بھائیوں سے پوچھنے کی زحمت نہیں کرتی بس

آپ کو بتا کر نکل جاتی ہے۔“ معیز ان پر غصہ ہوا۔

”یہ وقت غصہ نکالنے کا نہیں میری بیٹی نہ جانے

کس مصیبت میں ہے اے ڈھونڈو۔“ وہ بے چینی سے

کھڑی ہو گئی۔

”کہاں سے ڈھونڈو؟ نام بھی یاد نہیں آپ کو اس

کی سہلی کا۔ کس کے گھر گئی پتا چلے تو بندہ ڈھونڈے۔“

معیز نے لب بھینچ لیے۔

”مجھے میری گڑیا چاہیے بس۔ خدا نخواستہ اس کو

کسی نے اغوا نہ کروالیا ہو۔“ یہ سوچ زرنگار کے ذہن

میں کوندی تو اس کے ہاتھ پیر سننا اٹھے۔

”اور نکلنے دیں آپ اس کو اکیلے گھر سے باہر آج

کل کا زمانہ ایسا ہے کہ لڑکی یوں گھومتی رہے۔“ معاذ

بھی ان کی باتیں سن کر لاؤنج میں آ گیا اور حسبِ توفیق

ماں کو اس نے بھی سنایا۔

”وہ پڑھنے نکلتی ہے گھومنے نہیں۔“ زرنگار نے

ہلکا سا احتجاج کیا۔

”ہاں، ہاں پتا ہے بہت پڑھا کو بچی ہے۔“ معاذ

نے استہزاء سے کہا تو وہ بھڑک اٹھی۔

”تم دونوں ماں کو لٹاڑنا بند کرو اور میری بچی کو

ڈھونڈ کے لاؤ۔ کچھ بھی کرو مجھے میری بچی ابھی لا کر دو۔“

وہ ضدی لہجہ میں بولی تو دونوں بھائی سوچ میں پڑ گئے۔
 ”پولیس کو اطلاع کرنی ہوگی۔“ معیز نے کھڑی
 پر نظر دوڑائی جو رات کے دس بج رہی تھی۔
 ”نہیں، اس طرح تو لوگوں کو اس کی گمشدگی کا پتا
 چل جائے گا۔“ زرنگار نے فوراً انکار کیا۔
 ”تو پھر ہم کہاں سے ڈھونڈیں؟“ معیز نے زچ
 ہو کر ماں کو دیکھا۔

”ابھی تم اپنے طور پر اس سے ڈھونڈو۔ اتنی دیر
 سے میرا منہ دیکھے جا رہے ہو۔ جاؤ باہر ہاتھ پیر چلاؤ
 میری بچی کو دیکھو کہاں پھنس گئی ہے۔ نہ جانے کس حال
 میں ہوگی۔ ہائے کوئی راشد کو بتاؤ۔“ وہ سینے پر ہاتھ
 مارنے لگی تو دونوں لڑکے ایک دوسرے سے مشورہ
 کرتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔
 زرنگار جلتے پیر کی ٹلی کی طرح گھر میں چکرانے لگی۔

”ہائے میری بچی، میری گڑیا۔“
 وہ گڑیا کے بیڈروم میں آکر اس کے بیڈ پر بیٹھ
 گئی۔ پھر بستر پر ہاتھ پھیر کر اس کے نادیہ لمس کو محسوس
 کرتے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔
 دفعتاً اس کا ہاتھ تنکے کے نیچے سے جھانکتے ایک
 کاغذ سے نکرایا۔ وہ غائب دماغی سے اسے اٹھا کر
 دیکھنے لگی۔

”بیاری امی، میں اسید سے پیار کرتی ہوں اور
 اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے زوبیہ خالہ کے
 بیٹے سے شادی نہیں کرنی۔ اسی لیے آج میں اپنے پیار
 کے لیے یہ گھر ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی
 ہوں۔ آپ کے زیور اور روپے اپنے ساتھ رکھ لیے
 ہیں۔ امید ہے برا نہیں مانیں گی۔ جب تک آپ کو میرا
 یہ خط ملے گا میں آپ کے شہر سے دور جا چکی ہوں گی،
 اسی لیے مجھے تلاش کرنے کی کوشش مت کیجیے گا۔“

فقط آپ کی گڑیا۔“
 کاغذ پر لکھے الفاظ تھے یا آگ کے شعلے زرنگار کو
 سرتاپا جلا کر راکھ کر گئے۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ اس
 کی گڑیا جس کو وہ بہت چھوٹا اور معصوم سمجھتی تھی۔ اس کا

اتحاد لیرا نہ اقدام اس کے اوسان خطا کر گیا تھا۔
 ”کہاں آخر کہاں غلطی ہوئی مجھ سے؟“ وہ خشک
 ہونٹوں اور ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔
 ”تم اپنے گھر اور بچوں سے زیادہ دوسروں کی
 زندگی میں دلچسپی لیتی آئی ہو۔ فلاں کی بیٹی فلاں کی
 بہو۔“ اچانک جیسے راشد ان کے سامنے آکھڑے
 ہوئے بے حد غصے میں۔ زرنگار کو جھٹکا سا لگا۔

”ایک دن اوروں کے لیے لگائی آگ میں تیرا
 اپنا دامن جھلے گا دیکھ لیتا۔“
 نہ جانے کہاں سے افشاں آنکھوں کے سامنے
 چلی آئی تھی۔

زرنگار ڈر کر پیچھے ہوئی۔
 ”میری بچیوں کو اپنے بھائی کی نظروں سے
 گرانے والی چڑیل۔“ اب ساس اپنی خمیدہ کمر پر
 دونوں ہاتھ رکھ کر اچانک نمودار ہوئیں۔
 رفتہ، رفتہ پورا کمرارنگ، رنگ کے لوگوں سے
 بھرتا گیا۔

زرنگار کے شر سے متاثر ہر فرد اس کے سامنے
 آکر اس پر انگلیاں اٹھانے لگا۔ بھانت، بھانت کی
 آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں۔
 ”بس کرو خاموش ہو جاؤ تم لوگ..... سمجھتے
 نہیں۔ میری بچی گھر سے چلی گئی ہے۔ رحم کھاؤ مجھ پر۔
 دفع ہو جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔“

زرنگار بیڈ سے کھڑی ہوئی اور اپنے کانوں پر
 ہاتھ رکھ کر ہذیبانی انداز میں چلانے لگی۔
 لیکن وہ ہیولے مسلسل بولتے رہے۔

”جاؤ خدا را مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مت ذلیل کرو مجھے۔“
 اونچی آواز سے چیخ، چیخ کر اس کا گلارندہ گیا۔
 وہ وحشت کے مارے ایک، ایک کو مارنے دوڑی۔ مگر
 ہاتھ کوئی نہ آیا۔ آخر وہ تھک ہار کر زمین پر گر پڑی۔

نہ جانے کتنا وقت بیت گیا۔ اس کے گال پر کوئی
 ہلکے سے تھپتھپا رہا تھا۔ زرنگار نے بمشکل اپنے بھاری
 پونے واکیے۔

تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے
کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی
کا گوشت کھانا پسند کرے گا دیکھو تم خود ادا سے کھاتے
ہو اللہ سے ڈرو اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔“

(سورہ حجرات)

زرنگار نے قرآن پاک کے صفحے پر نشانی لگائی
اور قرآن بند کر کے اپنی آنکھوں سے لگالیا۔
دل مسلسل توبہ کا ورد کر رہا تھا۔ آنکھیں پچھتاوے
سے پانی بن کر بہہ رہی تھیں۔ ایک حادثہ صرف ایک
چھوٹا سا حادثہ اسے بہت بڑا سبق سکھا گیا تھا۔ اس دن
اگر معاذ کو گڑیا نہ ملتی تو گڑیا کے ساتھ کیا انہونی ہو سکتی
تھی۔ یہ سوچ زرنگار کے اعصاب سن کر دیتی تھی۔ یہ اس
کے باپ راشد کی نیکی تھی جو اس کی عزت بچ گئی۔

اس کا بدن کانپ، کانپ جاتا تھا اور وہ خدا کے
آگے شکر گزاری سے سجدہ ریز ہو جاتی کہ گڑیا کی عزت
محفوظ رکھنے والا وہی تھا۔ اس کے گناہ پر پردہ ڈالنے
والا بھی وہی تھا۔ ماں اور بیٹے نے گڑیا کی حرکت باپ
سے چھپائی تھی۔ کسی محلے دار یا رشتے دار کو بھی اس
واقعے کی ہوا نہیں لگی تھی۔ یہ کرم کا پردہ اس کے
پروردگار نے ان پر کیا تھا۔ اس نے بھی اپنے پروردگار
سے اپنے جیسے انسانوں کا پردہ رکھنے کا پکا عہد کر لیا تھا۔
وہ مستہل گئی تھی، وہ بدل گئی تھی۔ لوگ، دوست،
احباب، رشتے دار اسے دیکھتے تو چوٹک جاتے، حیران
ہوتے..... بھلا زرنگار اور ایسی..... نرم خو، صاف دل،
لوگوں کے پردے رکھنے والی۔

دل بدل جانا اللہ کی عنایت تھی۔ سیدھے راستے
پر آ جانا اسی کا کرم تھا اور ہدایت بھی تو قسمت والوں کو
ملتی ہے۔ اس نے گڑیا کی شادی اپنی بہن کے بیٹے سے
بخیر و خوبی کر دی تھی۔ معاذ کی ملگنی اپنی نند کی اسی بیٹی
سے کی جس کا رشتہ اس نے تڑوایا تھا۔

بے شک وہی دل بدلنے پر قادر ہے انسان نیکی
کی راہ پر قدم بڑھائے تو۔

❦❦❦

معاذ اس پر جھکا ہوا کچھ کہہ رہا تھا زرنگار نے
سمجھنے کی کوشش کی پر الفاظ پلے نہ پڑے..... پھر معاذ
کے پیچھے نظر پڑی تو اس کی پوری آنکھیں کھل گئیں۔
”گڑ..... ڈ..... یا.....“ اس نے ایک دبی دبی

سی چیخ ماری۔

”ام ماں..... آئی ایم سوری.....“ گڑیا اس
سے لیٹ کر اونچا، اونچا روٹنے لگی۔ زرنگار کی اسے
ڈانٹنے کی خواہش دم توڑ گئی۔

”یہ بارہ نمبر بس اسٹینڈ پر سامان اٹھائے کھڑی
رو رہی تھی۔ نہ جانے کس کی باتوں میں آ کر گھر
چھوڑنے کی حرکت کی اس نے۔ خبیث انسان عین
وقت پر اسے دھوکا دے گیا..... اور یہ اپنی عزت داؤ پر
لگا کر اس انجانی جگہ ادبаш لوگوں کے درمیان پھنسی
ہوئی تھی۔“ معاذ نے غصے سے کہا۔

”میں وقت پر نہ پہنچتا تو کیا حشر ہوتا تمہارا جانتی
ہو۔ اکیلی لڑکی کے ساتھ کیا کچھ ہو جاتا ہے۔“ معاذ
نے اسے بری طرح گھورا۔

”بھائی مجھے معاف کر دو مجھ سے غلطی ہو گئی۔“ اس
نے سبھی ہوئی آواز میں کہا۔ معاذ نے لب بھینچ لیے۔
”گڑیا..... تیری غلطی نہیں، میری غلطی ہے۔ میرا
بھگتان میرے بچوں کے آگے آرہا ہے۔ میں بری
ہوں میں نے برا کیا، ہمیشہ دوسروں کی بچیوں کے
ساتھ۔ ہائے کیڑے پڑیں میری زبان میں۔ کیا، کیا نہ
دل دکھائے لوگوں کے۔“ زرنگار اٹھ کر بیٹھ گئی اور
پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگی۔

گڑیا نے حیرت سے ماں کو دیکھا جو اسے ڈانٹنے
کے بجائے خود کو کوس رہی تھی۔

معاذ بھی ماں کی ذہنی کیفیت پر پریشان ہو گیا۔
وہ دونوں سب بھول کر اب زرنگار کو سنبھال
رہے تھے۔

☆☆☆

”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو بہت گمان
کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان ہوتے ہیں